رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۲

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۲ | یکم مارچ ۱۹۵۴ء | ایڈیٹر: قاضی عبدالغفار | ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۷۳ھ | نمبر ۲۹

ایک نیا تجربہ

کچھ مدت سے یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ آیا ہر پردیش میں انجمن کی ایک صوبائی شاخ قائم ہونی چاہیے۔ مسئلہ ذرا بھی پیچیدہ نہ تھا لیکن پھر بھی اس میں بعض پیچیدگیاں پیدا ہو گئیں جن کا ذکر کرنا ضروری نہیں۔ بالآخر یہ مسئلہ ۱۰ فروری کو انجمن کی مجلس عاملہ کے سامنے آیا اور اسی کے ساتھ بعض اراکین کی یہ تجویز بھی پیش ہوئی کہ انجمن کی شاخوں کے قواعد میں بھی ترمیم کی جائے۔ مجلس عاملہ نے مسئلہ کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ انجمن کی مقامی اور ریاستی شاخوں کے لئے موجودہ قواعد کے بنیادی اصول ہی کو بدل دیا جائے اور آئندہ ان شاخوں کی تشکیل کا بنیادی اصول جمہوری انتخاب کا طریقہ ہو جس میں عوام کی آواز کو زیادہ موثر بنایا جائے اور یہ اصول مقامی اور ریاستی دونوں شاخوں پر حاوی ہو۔ اس قسم کے قواعد کا ایک مسودہ مرتب کرنے کے لئے مجلس عاملہ نے چار اراکین کی ایک ضمنی کمیٹی مقرر کر دی ہے۔ کمیٹی کے اراکین میں پروفیسر مسعود حسن رضوی، پنڈت سندر لال، ڈاکٹر عبدالعلیم اور قاضی عبدالغفار ہیں۔ یہ کمیٹی اپنا کام عنقریب شروع کر دے گی۔ تاکہ اس کی رپورٹ آئندہ اپریل میں مجلس عاملہ کے سامنے پیش ہو سکے۔ مجلس عاملہ کی منظوری حاصل ہونے کے بعد انتخابات کے جو طریقے مقرر کئے جائیں گے ان کے مطابق پہلے مقامی شاخوں کا اور پھر مقامی شاخوں کے ذریعے سے ریاستی شاخ کی تشکیل عمل میں آئے گی۔

انجمن کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ جمہوری طریقۂ انتخاب کو اپنی شاخوں شاخوں کا اساس بنا رہے ہیں۔ اس قسم کی آوازیں مختلف سمتوں سے اٹھ چکی تھیں اور انجمن کی بعض شاخیں بھی یہ خواہش ظاہر کر چکی تھیں کہ شاخوں اور خصوصاً ریاستی شاخ کی تشکیل کو محض کسی ایک ضلع یا کسی ایک ضلع کی ایک پارٹی یا جماعت کا معاملہ نہ بنایا جائے بلکہ ریاست کے تمام اضلاع کی شاخوں کے ووٹ سے ریاستی شاخ کے ممبروں کا انتخاب کیا جائے تاکہ ریاستی شاخ صحیح معنوں میں شاخوں کی نمائندہ ہو۔ تجویز کے اس پہلو کے متعلق دو رائیں نہ تھیں لیکن اب جبکہ مجلس عاملہ نے یہ فیصلہ کر دیا ہے ہم امید کرتے ہیں کہ تمام شاخیں اس کو قبول کریں گی۔

جب تک ضمنی کمیٹی کی رپورٹ مرتب نہ ہو جائے تفصیلات کے متعلق کچھ کہنا بہت مشکل ہے اور نہ یہ بتایا جا سکتا ہے کہ رائے دہندگی کے حلقہ ہائے انتخاب کس طرح قائم کئے جائیں گے۔ رائے دہندگان کی فہرستیں کس طرح مرتب ہوں گی، ووٹنگ کس طرح اور کن مقامات پر ہوگی، ووٹنگ اور رائے شماری پر کس طرح نگرانی کی جائے گی تاکہ انتخاب کے زیادہ سے زیادہ [illegible] ہو سکے، وغیرہ وغیرہ۔

اس میں شک نہیں کہ یہ طریقہ کار کسی قدر طویل ہوگا اور اس کی وجہ سے بہت سی ذمہ داریاں مرکز پر بھی عائد ہوں گی تاہم یہ ایک اہم تجربہ ہوگا اور ہمیں یقین ہے کہ مرکز کو شاخوں اور ووٹروں کا پورا تعاون حاصل ہوگا اور جب ریاستی شاخ اس طرح تشکیل پائے گی تو وہ ریاست کی جماعت اور [illegible] لوگوں کی پوری طرح نمائندہ ہوگی اور اسی لئے اس سے مرکز کو اور مرکز کے مقاصد کو تقویت حاصل ہوگی۔

جمہوری طریقوں کے اچھے اور برے دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ ایک طرف تو ان طریقوں سے عوام کو زیادہ حقوق حاصل ہوتے ہیں اور [illegible] قوی ہو جاتی ہے اور اس طرح وہ مرکزی اداروں کا مقام بلند کر دیتی ہے۔ لیکن دوسری طرف انتخابی کارروائیوں کا طول اور قواعد و ضوابط کی کثرت سے بسا اوقات زیادہ تر سر پیچ فتنہ برآمد ہو جاتا ہے۔ اس خرابی کو دور کرنے کا ابھی تک کوئی ذریعہ ہمارے ماہرین دستور کو معلوم نہیں ہو سکا ہے۔ ضمنی کمیٹی کی

رپورٹ کو مجلس... میں پیش کرنے کے بعد بھی شاخوں کی رائے حاصل کرنے کے لئے شائع کیا جا سکتا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ کمیٹی اور مجلس عاملہ انتخابی کارروائی کی طوالت کو زیادہ سے زیادہ کم کرنے کی کوشش کرے گی لیکن اس معاملہ میں شاخوں اور کارکنوں کی رائے سے بھی بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اگر عام طور پر یہ طریقہ ... اختیار کرنے کے متعلق ہماری شاخیں اپنی رائے سے ہمیں قبل از وقت مطلع کر دیں تو ... کمیٹی ضرور ان پر غور کرے گی۔

... انجمن کی طویل تاریخ میں یہ پہلا تجربہ ہے۔ نشان راہ ہے۔ ایک راستے کا موڑ ہے جہاں یہ امید کی جاتی ہے کہ انجمن کا رابطہ عوام سے زیادہ اتصال ہو سکے گا۔

[illegible] کے اشارے

——— ... ۱۰ فروری ... مراٹھی اور کنڑی کو حیدرآباد کی ... سے علاقائی زبانیں قرار دے دیا گیا۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ کے ایک اعلان میں ان زبانوں کی تشریح کی گئی ہے جس میں یہ مذکورہ بالا زبانوں کو علاقائی قرار دیا ہے گا۔ حیدرآباد ... دیگر ... تلنگانہ کے نام سے موسوم ہے تیلگو سرکاری زبان ہوگی۔

... اضلاع کے ... تعلقوں اور مراٹھی ضلع کے ایک تعلقہ میں یہ تیلگو سرکاری زبان ہوگی۔ پورے اضلاع میں مراٹھی سرکاری زبان ہوگی ... مراٹھی ذریعہ تعلیم ہوگی۔ اس سے متعلق ... اور ... کرناٹکی اضلاع کے ... قرار دیا ہے ... میں کنڑی سرکاری زبان ہوگی۔

——— اردو علاقائی زبانوں کی فہرست سے بھی خارج ہے۔ ہمارے اتر پردیش کے ... کی طرح حیدرآباد کے ... بھی شاید یہ نہیں مانتے کہ وہاں اس نام کی کوئی زبان موجود ہے یا کبھی تھی!! ——— دیکھئے تعصبات اور تنگ نظری کے ... جمہوریت کیونکر ترقی کر سکے!!

——— ... یونیورسٹی ... شعبۂ تاریخ کے ریڈر ڈاکٹر ... ال چٹرجی نے بہار ... ہسٹاریکل ریکارڈ ... کمیشن کے جلسے میں ایک مقالہ پڑھتے ہوئے بتایا کہ ہندی اردو کا جھگڑا سب سے پہلے غدر کے بعد ... میں اٹھایا گیا تھا ... حکومت نے ایک درخواست کی نقل اودھ کے چیف کمشنر کے پاس ... پٹنہ کے کچھ لوگوں نے احتجاج کیا تھا کہ بہار کی عدالتوں میں ... رہا ہے اور اس مسئلے کے بارے میں اس کی رائے طلب کی تھی ... میں اودھ اور حکومت بنگال دونوں نے یہ جواب دیا کہ ... زبان کو ہندی کے نام سے رائج کرنا مناسب نہیں ہے ... اردو اور ہندی کو مشترک کر دیا گیا۔ ڈاکٹر چٹرجی نے کہا کہ لیکن یہ فیصلہ زیادہ انتظامی سہولت کی بنا پر کیا گیا تھا۔

——— اور اب یہ انتظامی سہولتوں کا احساس اس قدر بدل گیا ہے کہ جہاں ...

آتر پردیش میں اردو زبان کے وجود سے بھی انکار ہے! ——— دیکھئے بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی!!

——— دہلی کا ایک ہندی اخبار "ہندوستان" ہے جو برلا جی کے اخباری خاندان کا ایک جزو ہے۔ ... انجمن ترقی اردو کی پریس کانفرنس کے متعلق اس اخبار کے نامہ نگار نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ اتنا دلچسپ تو ضرور ہے کہ اس کے لئے ہم اپنے صفحات کا ایک ٹکڑا شائع کرنا گوارا کر لیں۔

——— ارشاد ہوتا ہے کہ "آج میں نے دستخطوں کے فارم دیکھے۔ اس میں تقریباً تین چوتھائی لوگوں نے انگوٹھے لگائے ہیں اور جن کے دستخط ہیں انہیں دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کئی شخصوں کے دستخط ایک ہی شخص نے کر دیئے ہوں۔ اس لئے اگر دستخطوں کی کاپیاں جلد صدر جمہوریہ کو سپرد کر دی جائیں اور دستخط کے ماہرین سے ان کی جانچ کرائی جائے تو کئی رازوں کا پتہ چل سکتا ہے......!"

——— افسوس ہے کہ نامہ نگار کو پہلے یہ بات نہ سوجھی کہ ان دستخطوں کی جانچ پڑتال سے کچھ رازوں کا پتہ چلے گا اور اس لئے صدر جمہوریہ کا ماہرین سے ان کی جانچ کرانا ضروری ہے۔ ۲۰٫۵ لاکھ دستخطوں کے یہ بکس تو لکھنؤ سے دہلی اس لئے لائے گئے تھے کہ راشٹرپتی بھون میں وفد کی عرضداشت کے ساتھ پیش کر دیئے جائیں۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صدر جمہوریہ کے سکریٹری نے ہندی ہندوستان کے نامہ نگار سے مشورہ کئے بغیر انجمن کے جنرل سکریٹری کو لکھ دیا کہ ان بکسوں کے راشٹرپتی بھون لانے کی ضرورت نہیں! بہرحال وہ تو اب بھی ماہرین کی جانچ پڑتال کے لئے انجمن کے صدر دفتر علی گڑھ میں موجود ہیں۔ پہلے تو نامہ نگار صاحب ہی تشریف لا کر ان "رازوں" کا پتہ چلائیں جن کی خلش ان کے دل کو بے چین کر رہی ہے!!

——— عجیب بات یہ ہے اور کچھ اس قدر عجیب بھی نہیں کہ "ہندی ہندوستان" کی پالیسی کانگریسی کہی جاتی ہے!!

——— اتر پردیش اسمبلی کے اجلاس میں جو آج کل ہو رہا ہے، بجٹ پر تقریر کرتے ہوئے مولانا ناظر صاحب الہ آبادی نے فرمایا کہ:

"میں کہتا ہوں اور صاف کہتا ہوں کہ وہ جماعت جس کی زبان کا مسئلہ جس کی تعلیم کا مسئلہ اور جس کی تہذیب کا مسئلہ خطرے میں پڑ گیا ہو وہ خاموش نہیں رہ سکتی ہے وہ ہر وہ بات کرے گی جو کسی کو پسند ہو یا ناپسند۔"

اردو زبان کی تحریک کو فرقہ وارانہ تحریک بتانے والوں سے مولانا ناظری نے کہا کہ جہاں تک اردو زبان کا تعلق ہے وہ ہرگز فرقہ وارانہ نہیں ہم اس زبان کے لئے سختی سے مطالبہ کریں گے۔ اگر ہم باقی رہیں گے تو اردو زبان باقی رہے گی اور ہم نہ رہیں گے تو اردو زبان بھی نہ رہے گی۔"

——— قانون پارٹی کے لیڈر مسٹر رام ناتھ ترپاٹھی نے مولانا شاہد فاخری کی تقریر کو کانگریسی ممبروں کے لئے ایک تنبیہ بتایا۔ انھوں نے کہا کہ اس حکومت کو سوچنا چاہئے کہ وہ عوام کو ساتھ لینے میں ناکام کیوں ہو رہی ہے۔ مسٹر ترپاٹھی

نے کہا یہ سندھ مسلمانوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچا کر حل نہیں کیا جا سکتا۔ ضرورت اس کی ہے کہ مسلمانوں کے لئے سکون اور اطمینان کی فضا پیدا کی جائے۔

——— اس کے بعد کانگریسی ممبر مسٹر پرتاپ بہاری نے مولانا فاخری کی تقریر میں اظہار افسوس فرمایا اور اس حقیقت حاضرہ کا انکشاف فرمایا کہ کانگریس ہمیشہ سب کی بھلائی کے لئے کام کرتی ہے۔"

ظاہر ہے کہ مولانا فاخری کی تقریر کا یہ جواب بالکل کافی تھا۔

——— اس کے بعد کانگریس مسٹر جیا رام گھنڈے والے نے مولانا فاخری کو مبارکباد دی کہ انھوں نے "ہمت اور جرأت سے کام لیکر کانگریس کے اندر چھپی ہوئی منبدہ فرقہ وارانہ ذہنیت کو بے نقاب کردیا"۔——— اردو زبان کی تحریک اور مسلم جماعت کو ایک ساتھ ملانے والوں کو مسٹر رائے نے آگاہ کیا کہ اردو زبان کی تحریک کا کوئی تعلق مسلم کنونشن اور مسلم جماعت سے نہیں ہے۔ مسلم کنونشن اور مسلم جماعت میں کوئی ہندو نہیں ہے جبکہ اردو زبان کی تحریک میں بہت سے ہندو بھی شریک ہیں۔"

——— سرجن سیہ کی خدمت میں جو وفد حاضر ہوا تھا اس کے سات ممبران میں سے ہندو تھے ——— لیکن اس سے یہ تو ثابت نہیں ہوتا کہ اردو زبان کی تحریک کا کوئی تعلق مسلم کنونشن یا پاکستان سے نہیں! البتہ نہیں کہہ دیتی ہے تو صرف یہ بات کہ یہ ہندو بھی مسلمان بہکا کر راشٹر پرچہ ہو گئے۔"

اردو زبان اور اردو رسم خط

(از رسول احمد صاحب)

ان مسائل میں جنھوں نے آزادی کے بعد سے پوری شدت کے ساتھ سر اٹھایا ہے، اردو زبان کا بھی مسئلہ ہے۔ باوجود اس کے کہ دستوری طور پر اردو زبان کو علاقائی زبان تسلیم کیا گیا ہے، صوبائی سرکاروں نے اس کے ساتھ جو معاندانہ سلوک کیا ہے اور کر رہی ہیں اس کی وجہ سے حامیان اردو نے بہت اردو زبان کی حفاظت کے لئے طرح طرح سے کوششیں اور غور و فکر کرنا شروع کر دیا ہے۔ ان کوششوں اور غور و فکر کی وجہ سے بعض لوگوں نے کچھ رائیں بھی قائم کر لی ہیں۔ انھیں آراء میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ اردو زبان کے رسم خط کو تبدیل کر کے دیوناگری رسم خط اختیار کر لیا جائے۔

پچھلے کچھ دنوں سے یہ رائے ہندی اور اردو دونوں حلقوں سے کم و بیش سنی جا رہی ہے۔ حالات کو دیکھتے ہوئے اس قسم کی آراء نہ صرف فطری بلکہ اپیل کرنے والی ہیں۔ مگر پتہ نہیں اس قسم کی رائے رکھنے والے حضرات نے اردو رسم خط اور اردو زبان کی ہیئت ترکیبی کے سلسلے میں بھی کچھ غور کیا ہے یا نہیں۔ بہر حال اردو زبان اور اردو رسم خط کی ہیئت ترکیبی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس سلسلے میں بعض چیزیں نہایت درجہ غور طلب ہیں۔ مثلاً

(۱) کیا اردو زبان کسی خاص علاقے کی زبان ہے جس سے کہ اس کا رسم خط تبدیل کرکے بھی اس کو اسی طرح زندہ رکھا جا سکتا ہے؟

(۲) کیا آپ کے حالات میں اردو زبان کے لئے دیوناگری رسم خط اختیار کرنا مضر اثرات نہ رکھے گا؟

(۳) کیا اپنی مکمل حیثیت کے لحاظ سے اردو زبان محض ہندی کی ہی ایک شکل ہے جس کا رسم خط فارسی خواہ دیوناگری سے مختلف بنا لیا گیا تھا اور اب جسے ترک کر دینا چاہئے؟

(۴) کیا اردو زبان بالکل اسی طرح علاقائی زبان ہے جس طرح دوسری زبانیں جن کا رسم خط دیوناگری یا اس سے مشابہ کوئی رسم خط ہے؟

میرے خیال میں اردو زبان کا رسم خط تبدیل کرنے کے سلسلے میں کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے ان سوالات پر غور کر لینا نہایت ضروری ہے۔

اردو زبان کی حفاظت کے خیال سے موجودہ رسم خط ترک کر کے دیوناگری رسم خط اختیار کرنے کے سلسلے میں سب سے پہلے ہمیں اس بات پر غور کرنا ہے کہ کیا اردو محض کسی خاص علاقے کی زبان ہے جیسے ہندی کا مدھیہ پردیش میں ہو۔ ظاہر ہے کہ اردو زبان نہ صرف کسی خاص علاقے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ وہ ہند و پاکستان کی ایک مشترکہ زبان ہے اور اس صورت میں اگر اردو زبان کا رسم خط تبدیل کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ زبان محدود ہو کے رہ جائے گی اور پھر آپ کے حالات میں جبکہ ہندوستان میں اکثریت احیائی جذبات کے پیچھے دیوانی ہو رہی ہے، اردو بحیثیت زبان کے بھی بہت جلد ختم ہو جائے گی۔

اس طرح تو یہی ممکن ہے کہ اردو زبان جو کہ ہند و پاکستان کی ایک مشترکہ زبان کی حیثیت رکھتی ہے اس کا رسم خط تبدیل کیا جا سکے اور اس کے لئے دیوناگری رسم خط اختیار کیا جائے۔ اور نہ اس طرح زبان محدود ہو کر آج کے حالات میں زندہ ہی رہ سکے گی۔

اس کے علاوہ اردو زبان محض ہندی ہی کی ایک شکل نہیں ہے۔ یہ خیال ہے کہ اس کی لغت کا بیشتر حصہ ہندی الفاظ پر منحصر ہے مگر اس میں عربی اور فارسی الفاظ بھی ہیں جو اسے ایک حد تک انٹر قومی زبان کی حیثیت دیتے ہیں اور اس کا یہ انٹر قومی درجہ ہی ایک بڑی اہمیت ہے بلکہ اس کے ساتھ ہند و پاکستان کا مسلمان جس کے کلچر کے ارتقا میں ان زبانوں اور ان کے الفاظ کا خاص حصہ رہا ہے اور یہی وجہ ہے اس کی بین الاقوامی حیثیت قائم ہے۔ اردو رسم خط کو ترک کر دینے سے آپ اس اہمیت سے محروم ہو جائیں گے۔

اردو رسم خط جس کا ارتقا ہندوستانی اصوات کے لحاظ سے ہوا ہے اس کو محض فارسی رسم خط کہہ کر ترک کرنا اور اسے غیر ملکی رسم خط بتلا کر اس سے نفرت کرنا محض ہندو اکثریت کے احیائی رجحانات کے لحاظ سے ہی باعث تسکین ہو سکتا ہے اور پھر اکثریت کی تسکین محض اتنی ہی بات پر منحصر ہے۔ تقسیم کے بعد اس کے اس قسم کے احساسات نے جو شدت اختیار کی ہے اس کے لحاظ سے تو معلوم کیا کیا ترک کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ کیا ہم ان سب کے لئے تیار ہیں؟

اب جبکہ اکثریت کا ذہن ہر اس چیز کو ترک کرنے پر آمادہ ہے جس کا ہندو مسلم اشتراک کے ساتھ کوئی تعلق ہے اور جس میں مسلمان کی بو آتی ہے اس صورت میں جبکہ یہ چیز ملکی مفاد کے بھی خلاف ہو ہم کس کس چیز کو ترک کریں گے؟ یہ سوال محض اتنا نہیں ہے کہ ملکی مفاد کو اکثریت کے ذہن کے مطابق ترجیح دی جائے بلکہ سوال یہ ہے کہ ان رجحانات کا جو محض انتقامی جذبہ کی وجہ سے اکثریت کے دل و دماغ میں ابھر آئیں گے مقابلہ کریں اور ملک کو رجعت پرستی کی طرف جانے سے روکیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ آج کے حالات میں اس قسم کی باتوں کا امکان بہت کم ہے کہ اکثریت اپنے جذبات کو تسکین دینے کے لئے کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہے، مگر ہم اتنا تو کر ہی سکتے ہیں کہ اکثریت کے جذباتی فیصلوں کے ساتھ تو اپنی آواز نہ ملائیں۔

اس بات میں ذرہ برابر شک نہیں ہے کہ ملکی اور غیر ملکی کی باتیں جو آج برابر کی جا رہی ہیں، اس کا زیادہ سے زیادہ تعلق مسلمان کے ساتھ ہے۔ اکثریت انتقامی جذبات میں اس قدر کھوئی ہوئی ہے کہ اسے مسلمان کی زندگی سے، اس کی تاریخ سے، اس کے تمدن سے، جس چیز کا ذرا بھی لگاؤ معلوم ہوتا ہے، خواہ اس کے ساتھ ہندوستانی قوم کی مشترکہ روایات بھی کیوں نہ ہوں وہ اسے منظور نہیں ہے۔ اردو رسم خط بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کی وجہ سے اسے یہ منظور نہیں ہے۔ مگر اکثریت کے رجحانات کے مطابق یہ کوئی حیرت کی بات بھی نہیں ہے۔ وہ لوگ جو اردو رسم خط کو ترک کر دینے اور دیوناگری کو اختیار کر لینے سے اردو زبان کی حفاظت سمجھتے ہیں دراصل سخت مغالطے میں ہیں۔ ایک تو جیسا کہا جا چکا ہے اس رسم خط کا اردو کی حالت کو دیکھتے ہوئے کسی خاص علاقہ یا کسی خاص فرقہ کے رہنے والوں کو حق نہیں پہنچتا، یقیناً اس سے اردو کی وسعت محدود ہو کے رہ جاتی ہے۔ دوسرے ہندوستان کے حالات کے تحت اردو زبان کے لئے دیوناگری رسم خط اختیار کر کے وہ صحت الفاظ میں اردو کو ختم کر دینا چاہتے ہیں جو والے تیر ہندی چلا رہے ہیں، یہ آج کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ غالب اکثریت ہندی والوں میں ان لوگوں کا ہے جو چاہتے ہیں کہ غیر ملکی اثرات جن کا تعلق مسلمان سے ہوتا ہو، زبان کو پاک کرتے پھرتے ہیں۔ پھر ایسی حالت میں دیوناگری رسم خط میں تبدیلی کر کے اردو الفاظ کا تلفظ اس کے ذریعہ ادا کرنے کی بات محض خواب و خیال کی بات ہے۔ ایک زمانے میں یعنی آج سے تقریباً ۲۵-۳۰ سال پہلے ضرور ایسا تھا کہ بعض اردو الفاظ کے تلفظ کے لئے ہندی حروف میں نقطے وغیرہ کے نشانات رکھے جاتے تھے اگرچہ یہ سلسلہ ابھی تک چل رہا ہے مگر اکثریت کے رجحانات کے مطابق ایسا زیادہ دنوں تک چلے اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا تو بھی اردو زبان اب کے حالات میں محض دیوناگری رسم خط کے سہارے زندہ نہیں رہ سکتی۔ ایک طرف تو ہندی کے غلبہ کی وجہ سے آہستہ آہستہ عربی فارسی الفاظ زبان سے خارج ہوتے جائیں گے اور دوسری طرف چونکہ اردو والے اردو رسم خط کو ترک کر چکے ہوں گے زیادہ عربی فارسی الفاظ سے ناواقف ہوتے جائیں گے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت جلد اردو زبان اور مشترکہ کلچر جو ہندو اور مسلمان کے باہم میل جول سے وجود میں آیا ہے اکثریت کے احیائی اور رجعت پرستانہ

(باقی)

عوامی ہندستانی اور اردو کا ایک نمونہ

(قتیل شفائی)

★

یہ سب تیری دین ہے داتا، میں اس میں کیا بولوں

تو نے جیون جوت جگائی
میں نے پگ پگ ٹھوکر کھائی
جس رستے پر ڈالے تو، میں اس رستے پر ہو لوں
یہ سب تیری دین ہے داتا، میں اس میں کیا بولوں

تو نے تو موتی برسائے
میں نے کالے کنکر پائے
میں جھولی میں کنکر لے کر موتی جان کے رولوں
یہ سب تیری دین ہے داتا، میں اس میں کیا بولوں

تو نے پھول سہانے بانٹے
میرے بھاگ میں آئے کانٹے
میں [illegible] سے ان کانٹوں کو پھول سمجھ کر تولوں
یہ سب تیری دین ہے داتا، میں اس میں کیا بولوں

تو نے بخشے امرت پیالے
مجھ کو پڑ گئے جان کے لالے
میں بس کو بھی امرت جانوں، تیرا بھید نہ کھولوں
یہ سب تیری دین ہے داتا، میں اس میں کیا بولوں

(بہ شکریہ اقدام کراچی)

راجستھان میں ریاستی انجمن ترقی اردو

راجستھان کے بعض مقامات کے حامیان اردو کی یہ خواہش ہے کہ راجستھان میں انجمن ترقی اردو کی ریاستی شاخ قائم کی جائے۔ تجویز مناسب اور خواہش نیک ہے۔ اس لئے طے کیا گیا ہے کہ خواجہ بزرگ کے عرس کے موقع پر اجمیر کو ڈپٹی دیوان صاحب کے یہاں راجستھان کے مخلص حامیان اردو کا ایک نمائندہ اجلاس کیا جائے تاکہ ریاستی شاخ کے قیام کی تجویز کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد کوئی فیصلہ ہو سکے۔ تجویز کی تائید میں وہی لوگ حصہ لے سکیں گے جو راجستھان کی کسی شاخ کے صدر یا جنرل سکریٹری یا اس شاخ کی طرف سے نامزد نمائندہ ہوں گے۔ "نمائندگی کی فیس دو روپے ہوگی جو لوگ اس اجتماع میں شریک ہونا چاہیں وہ اپنے نام کے ساتھ دو روپے مولانا حبیب اللہ صاحب فضائلی صدر مجلس استقبالیہ ڈپٹی دیوان صاحب کے پتے پر بھیج کر رسید حاصل کرلیں۔"

راجستھان میں ٹونک، جے پور اور دوسرے مقامات پر شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔ جہاں ابھی شاخیں قائم نہیں ہیں وہاں کے حامیان اردو پہلی فرصت میں شاخ قائم کرکے مرکز سے الحاق کرالیں اور بحیثیت نمائندہ شریک اجلاس ہو کر ریاستی شاخ کے قیام کی تجویز کو کامیاب بنائیں یہ کام وقت کا سب سے اہم کام ہے۔

خیر بہوروی
مددگار جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند)

حیدرآباد میں اردو کی تحریکیں

حیدرآباد دکن میں اردو کی بقا و ترویج کی کافی جدوجہد کی جارہی ہے۔ چنانچہ ہر محلہ میں ادبی انجمنیں قائم کی جارہی ہیں۔ اس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ پہلے کسی پروفیسر وغیرہ کا لکچر ہوتا ہے یا کوئی تحقیقی مقالہ پڑھا جاتا ہے۔ صدر جلسہ (جو ہر وقت نیا ہوتا ہے) سے اجازت لیکر حاضرین تنقید کرتے ہیں۔ سوالات و جوابات کے اختتام پر یا سوال معترض صاحب واپس لے لیتے ہیں یا مصنف کو کچھ بدلنا پڑتا ہے۔ اسی طرح کچھ نوجوان ادیب افسانے مضامین اور کہانیاں سناتے ہیں اور شعرا نظمیں اور غزلیں وغیرہ۔ ان پر تنقید ہوتی ہے۔ میں یہاں پر چند انجمنوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔

حیدرآباد دکن کے مشہور صحافی، ادیب اور شاعر اگر کسی انجمن میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوکر ادبی کاموں میں حصہ لیتے ہیں تو وہ صرف انجمن ادبی سنگم ہے۔ اس انجمن کے ممتاز ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ یہاں ہر مکتب خیال کا شخص آتا ہے۔ ترقی پسند حضرات کو یہاں فن ملتا ہے تو قدیم رجحان رکھنے والوں کو دنیا کے اور ماحول کے نئے تقاضے متاثر کرتے ہیں۔ بہرحال اس انجمن میں بہت ہی سنجیدگی سے ادب کی خدمت کی جارہی ہے۔ اردو ادب کے لئے یہ انجمن حیدرآباد میں بہت ہی غنیمت ہے۔ اس کے جنرل سکریٹری مسٹر غیاث صدیقی ہیں، جو ایک اردو ماہنامہ کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں اور انگریزی، فارسی، ہندی اور اردو کے ممتاز نوجوان شاعر اور ادیب بھی ہیں۔ ان کے کلام میں قدیم فن اور جدید تقاضوں کا ایک حسین سنگم ہوتا ہے۔ مسٹر غیاث صدیقی کو اردو ادب سے بے حد محبت ہے چنانچہ وہ حیدرآباد کی ہر انجمن میں بہت ہی دلچسپی سے حصہ لیتے ہیں۔

حیدرآباد کی دو اور بھی انجمنیں قابل ذکر ہیں۔

شاہ گنج میں "عوامی ادبی سوسائٹی" اور ملے پلی میں "انجمن ارتقائے ادب اردو" ان دونوں انجمنوں میں "ادبی سنگم" کا طریقہ کار رائج ہے اور یہاں بھی نوجوان ادیب اور شاعر نئی نئی تراش خراش کے مضامین اور نظمیں سناتے ہیں۔ اہل فن اور بزرگ حضرات اور پروفیسر وغیرہ تنقید کرتے ہیں۔

آج کل ان تمام انجمنوں میں یہ کوشش کی جارہی ہے کہ فرصت کے اوقات میں عوام کے لئے "اردو" پڑھانے کا انتظام کیا جائے۔ نیز زیادہ سے زیادہ تخلیقات جمع کرکے مقامی ادیبوں اور شاعروں کے مضامین اور نظموں کے مجموعے انجمنوں کی جانب سے شائع کئے جائیں اور اردو ادب کے رسالوں کی بہت مدد کی جائے بلکہ ہر انجمن بھی اپنا ایک "آرگن" شائع کیا کرے۔

میں نے یہ خط "ہماری زبان" کے لئے لکھا ہے۔ تاکہ آپ کو معلوم ہوسکے کہ حیدرآباد دکن میں اردو کی اشاعت و بقا کے لئے جدوجہد کی جا رہی ہیں۔

مسز حمید خان
(حیدرآباد۔ دکن)

سوویٹ یونین میں علاقائی زبانیں

(از سی۔ د۔ لیشیرف)

کمیونسٹ پارٹی اور سوویٹ حکومت نے سوویٹ یونین کی قوموں کی تمام زبانوں کی نشوونما اور ترقی کے لئے مناسب فضا پیدا کی۔ سوویٹ یونین میں کوئی ایک زبان لازمی ریاستی زبان نہیں ہے۔ ملک کی تمام زبانیں آئینی طور پر برابر ہیں۔ سوویٹ یونین کے دستور اساسی کی دفعہ ۴۰ کے مطابق سوویٹ یونین کی مجلس اعلیٰ میں منظور ہونے والے تمام قوانین وفاقی جمہوریوں کی سولہ زبانوں میں شائع ہوتے ہیں۔ سوویٹ یونین کی مجلس اعلیٰ کی روداد سولہ جمہوریوں کی زبانوں میں شائع ہوتی ہے۔ مجلس اعلیٰ کے اجلاس کے دوران میں اس کا ترجمان اخبار "ازوستیہ" پوری کارروائی ان تمام زبانوں میں شائع کرتا ہے۔

سوویٹ یونین کی قوموں میں باہمی خط و کتابت اور دوستانہ تعاون کا ذریعہ روسی زبان ہے۔ روسی زبان جو دنیا کی سب سے بڑی زبانوں میں شمار ہوتی ہے سوویٹ یونین کی تمام قوموں کی زبانوں اور کلچر کی نشوونما اور ترقی میں اہم کردار انجام دیتی ہے۔ سوویٹ یونین کی قوموں کے تمام نمائندے روسی زبان

کا مجموعی شکل ہوا اور یہ جوش و خروش سے ملا لو کرتے ہیں۔ لیکن یہ سوویت یونین کی کوئی لازمی ریاستی زبان نہیں ہے اور دوسری زبانوں پر حاوی نہیں ہے۔

تمام قومی جمہوریتوں اور خطوں میں حکومت کے انتظامی اعلانی اور تہذیبی اداروں میں پہلی ہوتی ہے اور روزمرہ کی کارروائیاں قومی زبان میں ہوتی ہیں کیونکہ وہی دیسی زبان ہوتی ہے اور متعلقہ قومی جمہوریہ یا خطہ کی غالب اکثریت اس کو سمجھ اور بول سکتی ہے۔ ہر سوویت قوم کے نمائندے کسی جگہ بھی دیہی سوویتوں اور عوامی عدالت سے لیکر سوویت یونین کی مجلس اعلیٰ تک اپنی مادری زبان کا استعمال کر سکتے ہیں۔ وہ کسی بھی ریاستی ادارے میں اپنے اظہار خیال کے لئے گفتگو یا تحریر میں اپنی قومی زبان استعمال کر سکتے ہیں۔ سائنسی اور ادبی تصانیف، اشاعت گھروں، ادارتی مجلسوں، سائنسی اور تہذیبی اداروں کے پاس اپنی مادری زبان میں بھیجی اور شائع کرائی جا سکتی ہے۔

سوویت یونین کی تمام قومی جمہوریتوں اور خطوں میں وہاں کی قومی زبان کے بیشتر تہذیبی اور تعلیمی ادارے، ابتدائی اور ثانوی اسکول، نیز اعلیٰ تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ روسی سائنسدانوں کی برادرانہ امداد سے لسانیات اور سوویت یونین کی قوموں کے ادب کے شعبے میں سیکڑوں اور ہزاروں محقق کارکنوں نے تربیت حاصل کی۔ تمام وفاقی اور خود اختیار جمہوریتوں میں اور خود اختیار خطوں میں زبان، تاریخ اور ادب کے علمی ادارے قائم کئے گئے جو متعلقہ قوموں کی تاریخ، زبان اور ادب سے متعلق مسئلوں کا سائنٹفک مطالعہ کرتے ہیں۔ قومی جمہوریتوں اور خطوں میں استادوں کی تربیت کے علمی ادارے قائم ہیں جہاں اکثر قومی زبان اور ادب کی تعلیم دی جاتی ہے۔

قوموں اور انکی زبان کی مساوات کی قومی پالیسی نے جو کمیونسٹ پارٹی نے مرتب کی تھی سوویت یونین کی تمام قومیتوں کی تخلیقی قوت کی بے نظیر ترقی کی ضمانت دی۔ روسی عوام کی مدد سے قومی جمہوریتوں اور خطوں کے محنت کش عوام نے ایک مختصر سی تاریخی مدت میں اپنی اقتصادی پسماندگی پر عبور حاصل کر لیا اور خود اپنی ترقی یافتہ صنعت اور اعلیٰ پیمانے کی زراعت کو قائم کیا۔ سوویت یونین میں رہنے والی تمام قوموں کی مادری زبانوں اور قومی کلچر نے جو ہیئت کے اعتبار سے قومی اور ماہیت کے اعتبار سے اشتراکی ہے۔ ترقی کی اعلیٰ منزلیں طے کر لیں۔

تمام سوویت جمہوریتوں میں ایک سچا تہذیبی انقلاب لایا گیا۔ سوویت یونین میں جہالت کا یکسر خاتمہ کر دیا گیا اور سارے ملک نے لکھنا پڑھنا سیکھ لیا۔ مثلاً آج کل ازبکستان میں پانچ ہزار سے زیادہ اسکول ہیں جن میں تیرہ لاکھ سے زیادہ طلباء داخل ہیں۔ ترکمانستان میں [illegible] اسکول ہیں ایک سو سے زیادہ مخصوص ثانوی اسکول اور درجن بھر اعلیٰ تعلیمی ادارے، کرغیزیہ میں [illegible] ہزار چھ سو پچاس اسکول جن میں تین لاکھ سے زیادہ بچے داخل ہیں تاجکستان میں دو ہزار سات سو اسکول جہاں تین لاکھ ۴۰ ہزار سے زیادہ بچے پڑھتے ہیں۔ سوویت یونین کی چاہے کسی قومی جمہوریہ یا قومی خطہ کو لے لیجئے یہی معلوم ہوگا وہاں کے تمام بچے اسکول جاتے ہیں۔ قومی زبان میں سات جماعتوں تک کی تعلیم پورے سوویت یونین میں لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ دس جماعتوں تک کی عام تعلیم اب رفتہ رفتہ رائج کی جا رہی ہے اور یہ بھی قومی زبانوں میں ہوگی

سوویت یونین کی ۴۰ سے قوموں اور قومیتوں نے جن کی اپنی کوئی تحریری زبان نہ تھی اکتوبر کے اشتراکی انقلاب کے بعد اپنا رسم الخط حاصل کیا۔ سوویت یونین کی قوموں کی اپنی زبانوں میں اخبارات، رسالے اور کتابیں کثیر تعداد میں شائع ہوتی ہیں۔ انقلاب سے پہلے وسط ایشیا میں وہاں کے لوگوں کی مادری زبانوں میں کوئی اخبار شائع نہ ہوتا تھا اور انقلاب کے بیس برس بعد ۴۸ اخبارات تاجکستانی زبان میں شائع ہو رہے تھے ... ترکمانی زبان میں ۳۸ کرغیزی زبان میں اور ۳۰۰ ترکمانی زبان میں۔ قومی جمہوریتوں اور خطوں میں اشاعت گھر قائم ہو گئے ہیں جو نصابی کتابیں، لغات، سیاسی اور سائنسی کتابیں اور ادبی تصنیفات شائع کرتے ہیں۔ ۱۹۵۲ء میں وفاقی اور خود اختیار جمہوریتوں کی اشاعت گھروں نے سات جماعت کے اسکولوں اور ثانوی اسکولوں کے طلباء کے لئے دیسی زبانوں میں صرف نصاب ہی کی ایک ہزار سے زیادہ کتابیں شائع کیں جن کی مجموعی اشاعت پانچ کروڑ سے زیادہ تھی۔ روسی فیڈریشن کے اشاعت گھروں نے مختلف زبانوں میں نصابی کتابیں تیرہ کروڑ کی تعداد میں شائع کیں۔

(تاس)

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۲ کا)

رجحانات کے بھینٹ چڑھ جائے گا۔

اردو رسم خط کو ترک کر کے دیوناگری رسم خط اختیار کر لینے سے یہی نہیں کہ اردو زبان اور مشترکہ کلچر کا ایک غالب عنصر ختم ہو جائے گا بلکہ ہندوستان کا مسلمان بھی اپنے قومی کردار اور روایات کے لحاظ سے اکثریت کے ساتھ بہت حد تک ضم ہو جائے گا کیونکہ اردو رسم خط کی وجہ سے اس کا تعلق جو عربی اور فارسی الفاظ کے ساتھ بنا ہوا ہے اور جس سے ایک مخصوص اور ممتاز کردار بنا ہوا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔

اکثر آج کل یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ مسلمان کا تعلق کوئی اردو سے ایسا نہیں ہے کہ اگر اردو زبان ختم ہو جائے تو مسلمان باقی نہ رہے یہ بات بالکل ٹھیک ہے مگر ہندوستان کے مسلمان کو اگر کسی زبان کے ساتھ تہذیبی لگاؤ ہے اور وہ اس کے ذریعے اپنے مخصوص تصورِ حیات کے ساتھ زندگی گزارتا ہے تو وہ یہی اردو زبان ہے جو ایک ایسے رسم خط میں لکھی جاتی ہے جس کا ارتقاء ہندوستان کی فضا میں اور ہندوستانی اصوات کے لحاظ سے ہوا ہے یا یہ درست ہے کہ وہ فارسی رسم خط کی ہندوستان کے لحاظ سے ایک ارتقائی شکل ہے۔

وہ لوگ جو بھارت کو ہر طرح کے غیر ملکی اثرات سے پاک کرنا چاہتے ہیں، محض خاص کر ایسے اثرات سے جن کا تعلق مسلمان کے ساتھ ہے تو نہیں وہ اس دوڑ میں کہاں تک پہنچیں گے اور اس سے آج کے زمانے میں ملک کو کیا فائدہ ہوگا۔ لیکن اگر ایسا ممکن ہوتا کہ ہر طرح کے غیر ملکی اثرات سے بھارت کو پاک کیا جا سکتا اور اس سے محض جذباتی

تسکین ہی نہ ہوتی بلکہ ملک کا بھلا بھی ہوتا تو بھی اردو اور ہندوستان کی مشترکہ تہذیب اور مسلمان کے معاملے میں غور کرنے والے لوگوں کا فیصلہ یہ نہ ہوتا کہ رسم خط کو ترک کیا جائے اور اردو کو ختم کر دیا جائے ۔

ملک کے موجودہ حالات کے تحت اس بات میں ذرا بھی شک نہیں ہے کہ اردو کی بقا اردو رسم خط کے ساتھ وابستہ ہے ۔ اگر اردو رسم خط ترک کر دیا جاتا ہے تو اردو کے باقی رہنے کے کوئی معنی نہیں ہیں ۔ لہذا اردو کے بہی خواہ اور حامی کو اردو زبان اور اردو رسم خط کے بارے میں بہت غور و فکر کے بعد اپنی رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے ۔

ہندوستانی پرچار سبھا ۔ (وار دھا)

انجمن کی خبریں

مغل سرائے

اشتیاق احمد صاحب وکیل جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو مغل سرائے ضلع بنارس تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۵ فروری کو زیر اہتمام انجمن ترقی اردو مغل سرائے "یوم غالب" منایا گیا ۔ جلسے کی صدارت سوشلسٹ لیڈر جناب شمبھو ناتھ مصرا صاحب نے کی ۔

خلاق احمد صدیقی ، منظور نازش ، اصغر انصاری اسلام پوری رضا وارثی ، حافظ اصغر علی ، جی ۔ ایس ڈاٹل ، نصرت علی عبد الرؤف قریشی ، اشرف علی انصاری ، [illegible] ہاشمی ، بدر الدین اسلام پوری صاحبان نے غالب سے متعلق مقالات اور نظمیں پیش کیں ۔

جناب صدر نے غالب مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا مجھ سے پوچھا جائے کہ مغل سلطنت نے ہندوستان کی تاریخ کو روشن رکھنے کے لئے کیا دیا تو بغیر کسی غور و فکر کے کہوں گا کہ

اردو زبان ۔ تاج محل ۔ اور غالب

جس طرح انگریزی ادب کو شکسپیئر پر ، سنسکرت کو کالی داس پر فخر ہے اسی طرح اردو زبان اور اس کا ادب غالب پر فخر کرتا ہے ۔

غالب ہماری مشترکہ تہذیب کا بیش بہا سرمایۂ فخر ہے ۔

انجمن ترقی اردو مغل سرائے کے اراکین لائق تعریف ہیں جنھوں نے ایک طویل مدت کے بعد یہاں کے ادبی جمود کو توڑ کر زندگی کی روشنی پیدا کی ہے کسی ادب اور اس کی زبان کی خدمت اس ملک کی سب سے بڑی خدمت ہوتی ہے ۔

بلاسپور

جناب ایم ۔ اے مبین صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ بلاسپور (ایم ۔ پی) مطلع فرماتے ہیں کہ ایسٹرن ریلوے اردو اسکول کی ڈیپارٹمنٹری کمیٹی بلاسپور نے ۲۰ جنوری ۱۹۵۹ء کی نشست میں یہ فیصلہ کیا کہ مندرجہ بالا اسکول جو ستائیس سال سے ریلوے ملازمین کے بچوں کی تعلیمی خدمات انجام دے رہا تھا ۱۳ مارچ ۱۹۵۹ء سے بند کر دیا جائے ۔ اس اسکول میں موجودہ طلبا کی تعداد ایک سو پانچ ہے اور آئندہ داخلہ کے لئے کافی بچے امیدوار ہیں ۔ اس اسکول میں اردو کے ساتھ ہندی بھی پڑھائی جاتی ہے ۔

اسکول بند کرنے کی تحریک ۱۹۵۶ء میں اردو مخالف عناصر نے چلا[illegible] اس وقت طلبا کی تعداد صرف ۴۳ رہ گئی تھی ۔ مگر جنرل منیجر بی ۔ این ۔ آر نے ا[illegible] مسترد کر دیا تھا ۔ آج طلبا کی تعداد کو دیکھتے ہوئے اسکول بند کرنے کا فیصلہ [illegible] غیر منصفانہ اور افسوسناک ہے خصوصاً جب کہ حکومت ہند کے قانون [illegible] مادری زبان کے تحفظ کی دفعات موجود ہیں جن کی خلاف ورزی یہاں افسران [illegible] ذریعے کی جا رہی ہے ۔ اس کمیٹی میں بلاسپور ضلع کے ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف [illegible] اسکولس مسٹر اندعارے بھی شامل تھے ۔ محکمۂ تعلیم کے اعلیٰ افسر ہونے کی حیثیت سے شری اندعارے کو قانون تحفظ مادری زبان سے واقفیت ہونا چاہئے [illegible] محکمے کے ایک ذمہ دار افسر کے سامنے حکومت ہند کے قانون کی خلاف [illegible] ایک سخت قابل اعتراض بات ہے ۔

مذکورہ بالا کمیٹی کی نشست میں کنٹرولنگ آفیسر صاحب نے ا[illegible] اسکول بند کرنے کی جو وجوہات پیش کیں ، وہ ان کے تعصب کی آئینہ دار ہیں ۔

(۱) انگریزی اسکول میں طلبا کی تعداد زیادہ ہونے سے زیادہ کمروں کی ضرورت ہے اور انگریزی اسکول کی عمارت اس کے لئے ناکافی ہے ۔

(۲) یہ کہ ہماری قومی اور علاقائی زبان ہندی ، مراٹھی ہے ہمیں اردو [illegible] کی تعلیم کی ضرورت نہیں اس لئے اردو اسکول کی عمارت کو انگریزی اسکول [illegible] میں شامل کر دیا جائے اور اردو اسکول ۱۳ مارچ ۱۹۵۹ء سے بند کر دیا جائے [illegible]

اس سلسلے میں یہ بھی گزارش کرنا ضروری ہے کہ اردو اسکول کو ختم [illegible] کرنے کی کوشش متواتر دو سال سے جاری تھی اور اردو دشمن عناصر [illegible] دو سال قبل ہی بند کر چکے ہوتے مگر حالات سازگار نہ تھے اس لئے امید [illegible] ناکامی ہوتی رہی ۔

رجسٹرڈ بذریعہ [illegible] انجمن ترقی اردو نے اس خبر سے جناب [illegible] صاحب شاستری ریلوے منسٹر حکومت ہند اور حضرت مولانا آزاد وزیر تعلیم حکومت ہند کو مطلع کرتے ہوئے تجویز مسترد کرنے کی درخواست کی [illegible] ہے کہ ریلوے کا یہ اردو اسکول بند نہ کیا جائے ۔

شاہ گنج

انجمن ترقی اردو شاہ گنج ضلع جون پور کے عہدے دار [illegible]

ڈاکٹر بدر الدین احمد صاحب	صدر
بابو مہندر ناتھ صاحب	نائب صدر
علی محمد صاحب عراقی	جنرل سکریٹری
مولوی محمد اصغر صاحب	جوائنٹ سکریٹری
محمد ایوب صاحب صابر	سکریٹری نشر و اشاعت
ریاض الحسن صاحب	خازن
ڈاکٹر سخاوت علی صاحب شمیم	محاسب
مولوی فوجدار خاں صاحب شفق	رکن

اردو خلیل انصاری صاحب
اسد منظور احمد خاں صاحب
مدیر صاحب

مالی گاؤں

اردو زبان کی بقا کے لئے ہندوستان میں جو جدوجہد ہو رہی ہے اس کے پیش نظر انجمن ترقی اردو شاخ مالی گاؤں کی جانب سے یکم مارچ ۵۴ء کو ۸ بجے رات کو بمقام میونسپل مراٹھی اسکول اردو کانفرنس زیر صدارت پنڈت سندرلال صاحب منعقد ہو رہی ہے جس میں پروفیسر محمد فاروقی صاحب کرناٹک کالج دھارواڑ، سید شہاب الدین دسنوی صاحب پرنسپل صابو صدیق انسٹی ٹیوٹ بمبئی، جناب عبدالحمید صاحب مالک و مدیر روزنامہ انقلاب، حامد الانصاری غازی صاحب ایڈیٹر جمہوریت، معین الدین حارث صاحب ایڈیٹر روزنامہ اجمل، میر اصغر علی جامی اور حاجی نور محمد احمد صاحبان شرکت فرمائیں گے۔

کانفرنس کے سلسلے میں ۲ مارچ کی رات کو ۸ بجے ایک مشاعرہ زیر صدارت شاعر اہل بیت حضرت نظر سیوہاروی اسی مقام پر منعقد ہو رہا ہے جس میں مشہور شعرا شرکت کریں گے۔

امروہہ

جناب عزیز عباسی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

مرکزی انجمن کی امروہہ شاخ بجا طور پر ایک ہونہار شاخ کہلانے کی مستحق بن چکی ہے امروہہ کے عوام میں اس کی مقبولیت مردوں سے گزر کر عورتوں میں یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ ۱۷ر جنوری ۱۹۵۴ء کے سالانہ جلسے میں ان کی روز افزوں تعداد ممبران سے متاثر ہو کر نیز عورتوں میں انجمن کے قیام کو وسیع تر کرنے کے لئے "شعبۂ خواتین" ایک تجویز کے تحت علیحدہ قائم کرنا پڑا۔ ۲۰ روز کی مزید مہلت خواتین کی ممبر سازی کے لئے دی گئی اس قلیل وقفے میں پردہ نشین خواتین نے ممبروں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ کیا۔ ۷ر فروری کو انجمن کی مجلس عاملہ کی تجاویز کے تحت محترمہ بیگم صاحبہ سید معراج الحسن نقوی کی نگرانی میں شعبۂ خواتین کے حسب ذیل انتخابات عمل میں آئے۔ واضح رہے کہ سالانہ اجلاس نے شعبۂ خواتین کے لئے صرف ایک نائب صدر اور ایک نائب سکریٹری کے انتخاب کی اجازت دی تھی اور منتخب ہونے والے صدر کو چھ افراد پر مشتمل اپنی مجلس عاملہ تشکیل دینے کی

صدر: محترمہ صالحہ بیگم صاحبہ اعلیٰ قابل، سکریٹری محترمہ فخر النساء چودھری۔ مجلس عاملہ: بلقیس نظر صاحبہ۔ محترمی بیگم صاحبہ۔ بیگم صاحبہ قمر الحسن صاحب جعفری۔ بیگم صاحبہ سید معراج الحسن۔ بیگم صاحبہ حکیم سید آل محمد اور محترمہ مقبول فاطمہ۔

شعبۂ خواتین کی ان سرگرمیوں کے ساتھ مقامی انجمن نے اسی ہفتہ ایک شاندار مباحثہ منعقد کیا جس کا موضوع تھا: "لسانی نقطۂ نظر سے میرٹھ، آگرہ اور اضلاع روہیلکھنڈ کا صوبہ دہلی سے الحاق زیادہ مفید

ے

ہے" انجمن کا یہ مباحثہ بابو کیلاش چندر صاحب گوئل رئیس امروہہ کے دو لنگہ پر عالی جناب مہیش چندر صاحب گوئل نائب صدر انجمن کی صدارت میں منعقد ہوا۔ انجمن کے گزشتہ پندرہ روزہ ادبی اجتماع کی کارروائی مصدق ہونے کے بعد حاضرین کے مطالبے پر اسی بیان کی شرح شامل کی گئی تاکہ موضوع کے دوسرے افادی پہلو بھی زیر بحث آسکیں۔

مباحثے میں حکیم آفتاب احمد خاں صاحب جامی محرک اور سید انصر حسن صاحب وکیل مخالف اول کے علاوہ سید مسعود حسن صاحب وکیل، لالہ رام سرن داس صاحب، جناب تاباں مدیر نوائے ہند، سید تقی حسن صاحب، کاظم علی خاں صاحب، اسپیشل مجسٹریٹ نے موضوع کی موافقت میں اور سید طالب حسین صاحب موید اول صاحب کرشنا ازی بھی پرنسپل ہند کالج نیز نواب ذی شان صاحب نے مخالفت میں حصہ لیا۔

تین گھنٹے کی طویل بحث میں فاضل مقررین نے مسئلے کے تمام مخالف و موافق پہلو حاضرین کے سامنے پیش کئے اور اختتام پر حاضرین نے بھاری اکثریت سے موضوع کے حق میں فیصلہ دیا۔

ایک ضروری کانفرنس

بخدمت سکریٹری صاحب انجمن ترقی اردو (ہند)

گزارش ہے کہ ایک عرصے سے بعض اہم مسائل کے متعلق جن کا تعلق ان اضلاع سے ہے ایک کانفرنس کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ لہٰذا ان مسائل کے متعلق غور و خوض کرنے کے لئے اپریل ۵۴ء تاریخ ۳۰ ریکم اور ۲ مئی بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار ایک تعلیمی کانفرنس ضلع ناسک کے شہر منماڑ میں منعقد کرنے کا مقامی مسلم لائبریری منماڑ کے کارکنوں کا خیال ہے۔ اس کانفرنس میں ذیل کے مسائل پر بھی غور و خوض کرنا ہے۔

ضلع ناسک کے سات یا آٹھ قصبوں یا شہروں میں لوکل بورڈ کی جانب سے اردو کے مدارس جاری ہیں۔ ان میں سے اکثر مدرسوں میں اردو کی جماعت چہارم تک ہی تعلیم کا انتظام ہے۔ ان مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مرہٹی یا انگریزی اسکولوں میں ثانوی تعلیم کے لئے جس وقت طلبا داخل ہوتے ہیں اس وقت چونکہ ان بچوں کی ابتدائی تعلیم ریاضی، جغرافیہ اور تواریخ اردو زبان میں ہوتی ہے اس لئے یہ طلبا ثانوی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اکثر ناکارہ ثابت ہوتے ہیں۔ ثانوی تعلیم حاصل کرنے میں مرہٹی زبان کا جاننا لازمی ہے چونکہ یہ مہاراشٹر کی علاقائی زبان ہے۔ اردو اسکول کے طلبا کی مرہٹی تعلیم اردو اسکولوں میں کمزور ہونے کی وجہ سے انھیں ثانوی تعلیم کے امتحانات میں کامیاب ہونے میں نہایت ہی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ بہت جلد مجبور ہو کر مدرسوں کو خیرباد کہہ کر آوارگی کی زندگی اختیار کر لیتے ہیں ان طلبا کے سرپرستوں کے اقتصادی حالات انھیں اجازت نہیں دیتے کہ بہر حال نا کافی ہونے کے باوجود تعلیمی اخراجات برداشت کرتے رہیں۔ اب جن سرپرستوں کو ان

وجوہات کی بنا پر وقت اور پیسے کی بربادی کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ وہ اب اپنے بچوں کو اردو اسکولوں میں داخل کرنے کے بجائے مجبوراً ابتدا ہی سے مرہٹی اسکولوں میں داخل کر رہے ہیں۔ ان حضرات میں اردو مدرسوں کے اساتذہ بھی شامل ہیں اس وجہ سے اردو زبان کے ساتھ ساتھ ایک عرصے سے قوم کو بھی ناقابل تلافی نقصان ہو رہا ہے اور آنے والی نسلوں کا مستقبل نہایت ہی تاریک دکھائی دے رہا ہے۔ ضلع ناسک میں مالی گاؤں اور ناسک شہر کے علاوہ اردو سے ثانوی تعلیم کا انتظام اور کسی شہر میں نہیں ہے۔ ان مقامات پر صرف صاحب حیثیت ہی طلبا ثانوی تعلیم حاصل کرنے کے لئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا ہمارا خیال ہے کہ اردو کے ابتدائی مدرسوں میں مرہٹی زبان کی تعلیم ابتدائی جماعت ہی سے لازمی قرار دے دی جائے تاکہ شروع تعلیم ہی سے ثانوی تعلیم کے لئے راستہ ہموار ہو جائے۔ مندرجہ بالا امور پر آنجناب کی توجہ دلانے سے ہمیں جلد از جلد مستفید فرمایا جائے تاکہ کانفرنس کے قبل ہی ہم کوئی ایسا لائحہ عمل بنائیں جو آنے والی نسلوں کے لئے روشن مستقبل ثابت ہو سکے اور ساتھ ہی ساتھ کانفرنس میں شرکت فرما کر لائحہ عمل مرتب کرنے میں رہنمائی فرمائیں۔ علاوہ ازیں تعلیم سے دلچسپی لینے والے حضرات کی خدمت اقدس میں بھی یہ معروضہ ارسال کیا گیا ہے۔

کارکنان تعلیمی کانفرنس (ضلع ناسک)

(۱) جناب آدم الیاس صادق صاحب صدر انجمن ترقی اردو (شاخ) منماڑ و مسلم لائبریری منماڑ (۲) جناب اسماعیل حنفی صاحب (۳) جناب خالق سیٹھ سوداگر مرحوم (۴) جناب عثمان سیٹھ (۵) حیدر سیٹھ صاحب (۶) انجم چشتی اکبر آبادی (۷) جناب حافظ عاقل صاحب وغیرہ وغیرہ۔

صفدر بلگرامی

(سکریٹری انجمن ترقی اردو شاخ منماڑ و مسلم لائبریری منماڑ)

ضروری اعلان

ہماری زبان میں انہیں شاخوں کی خبریں شائع ہوں گی جن شاخوں کا مرکز سے الحاق ہو چکا ہے اور ان کو سند الحاق بھیج دی گئی ہے۔

شاخیں جب تک مرکز سے سند الحاق حاصل نہ کر لیں انجمن کے نام سے کوئی خبر یا مضمون کسی کو نہ بھیجیں۔

خیر اندیش
مددگار جنرل سکریٹری
انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ

تبصرے

راہی

دہلی کا ماہنامہ رسالہ ہے جس کے مدیر محمد علی یقین، منظور بخاری اور شہزادہ منظور ہیں۔ ہندوستان کے اچھے رسالوں میں سے ایک ہے۔ اس کے رجحانات ترقی پسند ادب کی طرف ہیں اور مضامین کا معیار اچھا ہے، لیکن ابھی اسے اور بلند ہونا چاہئیے۔ ہم جانتے ہیں کہ بڑی مشکل یہ ہے کہ تقسیم کے بعد سے ہندوستان میں اردو کے افسانہ نگاروں اور ادبی فن کاروں کی تعداد بہت کم ہو گئی ہے۔ اس لئے اچھے رسالوں کو اچھے لکھنے والے بمشکل ملتے ہیں لیکن اب ہماری ادبی جماعتوں اور رسائل کا یہ فرض بھی ہے کہ وہ اچھے لکھنے والے پیدا کریں اور بنائیں۔ نوجوان نسل کی ہمت افزائی اور رہنمائی کر کے ان کو آگے صحیح سمت میں لایا جا سکتا ہے۔ اور اسی طرح اچھے لکھنے والے سامنے آتے ہیں۔ اب جو دو تین ترقی پسند رسالے ہندوستان میں جاری ہیں ان کو باوجود مشکلات کے یہ کام کرنا ہے۔ ہم راہی کی کوششوں کو سراہتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ملک میں اردو ادب کے قدردان اس کی اشاعت کی توسیع کو اپنا فرض سمجھیں گے۔

(چندہ سالانہ پانچ روپے)

سنگم (ہفتہ وار)

دانا پور (پٹنہ) سے وہاں کے ممتاز قومی کارگزاروں محمد منظور احسن اور شہباز حسین صاحب نے یہ ہفتہ وار اخبار جاری کیا ہے۔ غلام سرور صاحب اردو زبان کی بہت کچھ خدمت کر رہے ہیں اور ریاستی انجمن ترقی اردو کے سکریٹری بھی ہیں۔ بہار میں اردو کے اخباروں اور رسائل کی تعداد کچھ زیادہ نہیں اور جو ہیں ان میں سے بعض تو بہت ہی کمزور اور پھیکے ہیں۔ ضرورت تھی کہ ایک اچھا اور موثر روزنامہ پٹنہ سے جاری ہوتا ہمیں امید ہے کہ سنگم کو بہت جلد روزنامہ بنایا جا سکے گا اور وہ اب اتنا مقبول ہو چکا ہوگا کہ اس کا ادارہ بہت جلد اسے روزنامہ بنا سکے گا۔ اس میں شبہ نہیں کہ بہار کی صحافت میں سنگم ایک بہت اچھا اضافہ ہے۔ اس کی سالانہ قیمت چار روپے ۸ آنے ہے۔

پبلشر: قاضی عبدالغفار مرکزی دفتر انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ
پرنٹر: نیشنل پرنٹرس کمپنی علی گڑھ

کلاسکی ادب

از خواجہ احمد فاروقی صاحب۔ ناشر: آزاد کتاب گھر
کلاں محل دہلی۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے

یہ کتاب فاروقی صاحب کے چند مضامین کا مجموعہ ہے۔ خواجہ صاحب اردو زبان کے ممتاز ادیب ہی نہیں ہیں بلکہ ایسے طالب علم بھی ہیں جو ہر وقت ادبی حقائق کی جستجو میں مصروف رہتے ہیں اور اچھے اچھے جواہر ریزے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتے ہیں۔ اس کتاب میں اکثر مضامین اسی تحقیقات اور جستجو کا نتیجہ ہیں۔ خواجہ صاحب ادیبوں کی پہلی صف میں اپنی جگہ محفوظ کر چکے ہیں، اس لئے ان کے قلم سے جو کچھ بھی نکلے وہ توجہ کا مستحق ہے۔

اس کتاب کے مضامین میں اکثر مضامین ایسے بنیادی ہیں جن پر کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ چنانچہ میر پر خواجہ صاحب کا مضمون درحقیقت ان کی معرکۃ الآرا تصنیف "میر تقی میر ــــ حیات اور شاعری" کا جسے انجمن ترقی اردو شائع کر رہی ہے ایک گوشہ ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ وہ کلاسکی ادب کے اوراق میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ اردو ادب میں گرانقدر اضافہ کرے گا۔

تنقید اور عملی تنقید

ناشر: آزاد کتاب گھر۔ کلاں محل۔ دہلی

قیمت ۳/۱۲ روپے

سید احتشام حسین اردو زبان کے ان چند نقادوں اور تنقید نگاروں میں سے ہیں جن کی رائے احترام اور توجہ کی مستحق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغربی ممالک کے مقابلہ میں ہمارے ملک کی زبانوں میں فن تنقید بہت پیچھے ہے۔

یہ کتاب سید احتشام حسین صاحب کے ادبی اور تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے۔ موصوف کی ایک خصوصیت جو انہیں ممتاز کرتی ہے ان کے خیالات اور انداز کا سنجیدہ توازن ہے۔ وہ کبھی جذبات اور وقتی تاثرات کو اپنے قلم پر حاوی نہیں ہونے دیتے۔ کتاب کا دیباچہ اور پہلا مضمون "تنقید اور عملی تنقید" بہت معنی خیز اور جامع ہے۔ اس میں مصنف نے اپنے طرز تنقید اور نقطۂ نظر کے ان اصولوں پر زور دیا ہے جو ان کی رہنمائی کرتے ہیں۔ "غالب کا تفکر" اور "اقبال کی ترجمانی" میں بھی موصوف اپنے طرز استدلال کا توازن قائم رکھے ہوئے ہیں جب وہ کوئی نئی بات کہتے ہیں جو ناخوشگوار ہو یا ایسی ہو کہ عام طور پر لوگ اسے قبول نہ کریں تب بھی ان کی تنقید میں ڈنک نہیں ہوتا۔ طالب علمانہ اور عالمانہ شان یہی ہو سکتی ہے۔